اسلام میں خدمت خلق کے طریقے اور معاصر تطبیقی عوامل کا تضمینی مطالعہ

A Comprehensive Study of Methods for Serving Humanity in Islam and Their Contemporary Applications

Hira Zaman
MPhil Scholar, Department of Islamic Studies, Women University Mardan
Palwasha Jalil
MPhil Scholar, Department of Islamic Studies, Women University Mardan
Khushhall Shaheen
Visiting Lecturer Hailey College of Commerce, Punjab University Lahore
Email: mphil2017itc@gmail.com

ABSTRACT

The societal system in Islam is based on brotherhood, love, tolerance, and mutual cooperation and service, which does not accept the existence of mutual animosity and class conflict. It is a principle introduced by Islam that, when adhered to, eliminates class struggle and feelings of vengeance between the rich and the poor, leading humanity towards genuine peace and tranquility.

In any society, the presence of mutual cooperation and service strengthens its foundation, while on the other hand, diseases of self-interest and selfishness can cause it to collapse instantly. Islam has closed all those paths that lead society to disharmony and become a source of disruption.

Life progresses peacefully and towards development through the triangle of the individual, family, and society. As time progresses, there are requirements for the improvement of society, and only by fulfilling these requirements can society move forward and provide facilities to its inhabitants. However, if the fundamental principles of the individual, family, and society are not maintained, that society will become a bastion of ignorance and a well of stagnant thoughts. For this reason, Islam has laid down principles to create a better society. Among these are various methods of serving humanity, including financial service, physical service, and spiritual service. These discussions will be elaborated upon in the following lines.

Keywords: Service to Humanity, Peace and Tranquility, Development, Islamic Principles, Ignorance

1. اسلام کا نظام معاشرہ اخوت و محبت، رواداری اور باہمی تعاون و خدمت پر مبنی ہے جو باہمی منافرت اور طبقاتی کشمکش کا وجود ہی تسلیم نہیں کرتا اور جو انسانیت کو حقیقی امن و سکون سے ہمکنار کرتا ہے۔ یہ صرف اسلام کا ہی لایا ہوا اصول ہے جس پر عمل پیرا ہونے پر انسان کی طبقاتی کشمکش اور امیر و غریب کے درمیان انتقامی جزبات اور کاروائیوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

2. کسی بھی معاشرے کی بنیاد میں باہمی تعاون وخدمت خلق کی موجودگی سے عمارت مضبوطی سے قائم ہوجاتی ہے لیکن دوسری طرف مفاد اور خودغرضی کے امراض سے یک دم گر بھی جاتی ہے۔اسلام نے ان تمام راستوں کو بند کیا ہے جس سے معاشرہ غیر ہموار ہوکر انتشار کا ذریعہ بنتا ہے۔

3. فرد، خاندان اور معاشرے کی تکون سے زندگی پر سکون اور ترقی کی طرف سفر کرتی ہے۔وقت کے ساتھ ساتھ معاشرے کے سنورنے کے تقاضے پورے ہوتے ہیں توان تقاضوں کو پورا کرنے سے ہی معاشرہ آگے بڑھے گا اور باسیوں کو سہولیات بہم پہنچائے گا۔لیکن اگر فرد، خاندان اور معاشرے کے بنیادی اصولوں کا خیال نہ رکھا جائے تو یہ معاشرہ جاہلیت کا گڑھ اور منجمد فکروں کا کنواں بن جائے گا۔اس وجہ سے اسلام نے بہتر معاشرے کو بنانے کے لیے اصول وضع کیے ہیں۔اس میں خدمت خلق کے مختلف طریقے بھی ہیں جن میں مالی خدمت، بدنی خدمت، روحانی خدمت ہیں۔ذیل کی سطور میں انہی مباحث پر بحث کی جائے گی۔

1. مالی خدمت

مالی خدمت سے مراد یہ ہے کہ آدمی اپنی ضروریات سے زائد مال دوسرے ضرورت مند انسانوں پر خرچ کرے۔ اس سے معاشرے کا اعتدال قائم رہتا ہے۔

"اسلام میں مال و دولت کی حیثیت عام دنیوی استعمال کی چیزوں سے زائد پر نہیں ہے۔کفار کے ہاں یہ افق پرستش ہے لیکن اسلام میں ان نقصان دہ چیزوں میں سے ایک چیز ہے جس کے استعمال کی حدود مقرر کی گئی ہیں۔اسلام صرف اور صرف خدا کی عبادت کی طرف متوجہ کرتا ہے باقی ہر چیز اپنے اپنے دائرے کے اندر اپنا ایک مقام رکھتی ہے۔مال وزر کا بھی اپنا مقام ہے لیکن اسلام میں دولت پرستی کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے"۔[1]

خلفائے راشدین نے بھی مسلمانوں میں اہل زر کی سی خصوصیات اور ان کے رجحانات پیدا ہونے والے اثرات کو سختی سے روکا۔عاملین زکواۃ کو ہدایات دیتے ہوئے حضرت عمر فاروقؓ نے ان رجحانات کی پوری پوری نشاندہی کی اور انھیں روکنے کی کوشش کی۔

حضرت عمرؓ جب بھی کسی علاقے میں اپنے عاملین مقرر کرتے تھے توان سے درج ذیل باتوں پر حلف لیتے تھے کہ تم میرے ساتھ عہد کرو کہ

(1) تم ترکی گھوڑے پر سوار نہیں ہوگے۔

(2) باریک امیرانہ لباس نہ استعمال کروگے۔

(3) میدے کی روٹی نہ کھاؤگے۔

(4)دروازے پر دربان نہ رکھوگے اور اہل حاجت کے لیے اپنا دروازہ ہر وقت کھولا رکھوگے۔"[2]

ارشاد باری تعالیٰ ہے:**یسلونک ماذا ینفقون قل العفو**[3]

وہ آپ ﷺ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ جو ضرورت سے زائد مال ہو۔

رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک اور اظہار محبت اور احترام کے رویہ پر ہی اسلام نے اکتفا نہیں کیا بلکہ ان کی مالی اعانت کو بھی لازم قرار دیا۔ معاشرتی زندگی میں دوسرے افراد کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے۔ معاشرہ میں اگر کوئی شخص مالی امداد کا مستحق ہو تو اس کو اچھے مواقع میسر نہ ہوں تو دوسرے افراد کے لیے لازم ہے کہ اس کی مالی مدد کریں۔ اسلام نے مدد کا آغاز قریبی رشتہ داروں سے کیا ہے۔

قرآن پاک میں بہت سی آیات ہیں جن میں ضرورت مندوں اور رشتہ داروں کی مدد کرنے کی ترغیبات دی گئی ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:**فات ذالقربی حقه والمسکین**[4]"پس تو قرابت دار اور مسکین کو اس کا حق ادا کر"

ایک دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"قل ما انفقتم من خیر فللو الدین والاقربین والیتامی والمساکین و ابن السبیل "[5]

"کہہ دیجئے! جو مال تم خرچ کرو وہ ماں باپ کے لیے ہے اور رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔"

مال کے حقدار غریب لوگ زیادہ ہیں اس لیے کہ ضرورت بھی استحقاق پیدا کرتی ہے۔ اہل خانہ کے بعد خدمت اور مال کے زیادہ ضرورت مند افراد وہ رشتہ دار ہیں جو یتیم، مساکین اور حاجت مند ہوں ان کے ساتھ تعاون کرنے سے دوگنا اجر ملتا ہے۔

سید اسعد گیلانی لکھتے ہیں:

"انسانی زندگی کے بہت سے عوامل میں مال کو بہت بڑا دخل ہے کہ وہ سامان زیست کی فراہمی اور نفس انسانی کی آسائش کا ذریعہ ہے اس لیے انسان نفس کے دو بڑے فتنوں میں سے ایک فتنہ مال کو بھی قرار دیا گیا ہے۔ فتنہ وہ کیفیت ہے جو انسان کو عدل واعتدال سے ہٹا کر کسی خاص سمت میں جھکا دیتی ہے اور انسان اس کیفیت کے زیر اثر انصاف اور توازن سے ہٹ جاتا ہے۔ عدل و توازن سے ہٹتے ہی انسان کا اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں بے شمار دوسرے حقداروں سے تصادم شروع ہو جاتا ہے۔ اور اس تصادم کا بڑھ جانا ہی معاشرے کے مجموعی مزاج کو شر سے قریب اور خیر سے دور کر دیتا ہے۔"[6]

"نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہر امت کے لیے ایک خاص آزمائش ہے اور میری امت کی آزمائش مال ہے۔"[7]

اسلام نے ان روحانی تسلیوں اور بشارتوں کے ساتھ جو مزید کام کیا وہ ان کی دنیاوی تکلیفوں اور مصیبتوں کو کم کرنے کی عملی تدبیر ہے۔ جن کا نام صدقہ انفاق اور زکوۃ ہے۔ اس کی تعلیم نے عملی ہمدردی اور اعانت کو صرف اخلاقی ترغیب و تشویق تک محدود نہیں رکھا بلکہ اس کے لیے دو قسم کی تدبیریں اختیار کی ہیں۔ کہ ہر مسلمان کو نصیحت کی جس سے جتنا ہو سکے وہ اپنی دولت سے دوسروں کی مدد کرے، یہ اخلاقی خیرات ہے، جس کا قرآن کی اصطلاح میں انفاق ہے۔

انفاق فی سبیل اللہ

انفاق کا مادہ نفق ہے۔ جب یہ **سمع** کے وزن پر آتا ہے تو اس کے معنی ہوتے ہیں ختم ہو جانا۔ **نفق ایشی وہ چیز** ختم ہو گئی۔ نفق اس کا مصدر ہے۔ **نفقة** خرچ کی جانے والی چیز[8] **نفق الشی** کے معنی کسی چیز کے ختم ہونے یا چلے جانے کے ہیں۔ فروخت ہونے سے جیسے **نفق البیع** (سامان) کا خوب فروخت ہونا۔[9] **انفاق** کا مادہ 'ن'، 'ف'، 'ق' ہے۔ نفق اس سرنگ کو کہتے ہیں جس کے داخل ہونے اور باہر نکلنے کے دونوں راستے کھلے ہوں۔[10]

تاج العروس میں "انفاق" کا مطلب کھلا رکھنا، عام کر دینا، کم کر دینا، اور ختم کر دینا۔ اور یہ لفظ قرآن کریم میں "امساک" کے مقابلے میں استعمال ہوا ہے، جس کا مطلب روک رکھنا ہے، لہٰذا انفاق کا مفہوم خرچ کرنا، نہ روکنا اور ختم کر دینا۔[11] انفاق، یعنی اپنے ذاتی مال میں سے خرچ کرنا۔[12]

فی سبیل اللہ کا مفہوم:

صاحب المنار شیخ رشید رضا نے لکھا ہے: "تحقیق یہ کہ سبیل اللہ سے مراد وہ مصالح اور مفید کام ہیں جن سے مخصوص افراد نہیں بلکہ عام افراد کو فائدہ ہو، جس سے دین اور دولت دونوں کو تقویت حاصل ہو"۔[13]

‘‘The Spending in the way of Allah , which the Quran sometimes terms as some times (Spending in the way of Allah) is not merely an act of piety of charity, but an act of worship also’’.[14]

انفاق فی سبیل اللہ بظاہر الفاظ کا ایک مرکب ہے جس کے معنی ہیں اللہ کی راہ میں خرچ کرنا۔ الفاظ کی ترتیب و ترکیب اپنے اندر وسعت معانی رکھتی ہے۔ اس میں زکوٰۃ، صدقات، خیرات، ہدیہ، قرض حسنہ، وقف الی اللہ اور روزمرہ کے اخراجات سب شامل ہیں۔ یہ "صدق دل" یا "صدق نیت" کے ساتھ راہ خدا میں کیے جانے والے اخراجات اور صرف دولت کو کہتے ہیں۔[15]

لغوی تحقیق کے بعد اس کے تمام معانی کی نسبت سے انفاق کا ایک جامع مفہوم ہے کہ مومن کے ایک ہاتھ میں اس کی محنت و عمل کا ماحصل آتا ہے اور انفاق فی سبیل اللہ کے ذریعے اس کے دوسرے ہاتھ سے نکل جاتا ہے اور جو شخص دین

وملت اور خلق خدا کے مفاد میں فراخ دلی سے خرچ کرتا ہے تو یہی وہ کامیاب تجارت ہے، جو خدا کی راہ میں خوب ترقی کرتی ہے۔ کیوں کہ اس کے ذریعے معاشرے کی معاشی اور اقتصادی حالت بہتر ہوتی ہے۔ محتاج و معذور افراد زندگی کا سانس لینے کے قابل بنتے ہیں۔(16)

''The mechanism of redistribution of wealth is introduced in the Quran generally with the word "Infaq" . Infaq literally mean spending. Infaq can be made of anything and to any extent. It implies spending in a worldly sense often expecting moral, material or social benefit. In case infaq qualifies itself to become virtuous, it has to be made of Allahs pleasure. It should be scrupulously made without any desire for publicity. While it is not objectionable to give to other openly, it is more reward able before Allah to conceal the award. Beneficiaries of infaq are parents near relations, orphans, neighbors, fellow workers, travelers and common beggar''.(17)

اس اٹل اور ناقابل تردید حقیقت کو قرآن مجید نے ایک شاندار مثال کے ساتھ بیان کیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَ ابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ. فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَ ابِلٌ فَطَلٌّ. وَاللهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ(18)

"اور جو لوگ اللہ کی رضا جوئی اور اپنی پوری دلجمعی کے ساتھ اپنا مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے، جیسے کسی بلند زمین پر ایک باغ ہو کہ اگر اس پر زور کا مینہ برسے تو دگنا پھل لائے اور اگر زور کا مینہ نہ برسے تو پھوار ہی کافی ہے، اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے"۔

یہ مومن مخلص کے اعمال کی ایک مثال ہے کہ جس طرح بلند خطہ کی بہتری زمین کا باغ ہر حال میں خوب پھلتا ہے، خواہ بارش کم ہو یا زیادہ ایسے ہی با اخلاص مومن کا صدقہ اور انفاق خواہ کم ہو یا زیادہ ہو، اللہ اس کو بڑھاتا ہے۔(19) زور دار بارش سے مراد انتہائی خلوص نیت سے اللہ کی رضا کے لیے اور اپنے دل کی خوشی سے مال خرچ کرنا ہے اور پھوار سے مراد ایسی خیرات ہے، جس میں یہ دونوں باتیں موجود ہوں، مگر اتنے اعلیٰ درجے کی نہ ہوں، دونوں صورتوں میں اجر و ثواب ضرور ملے گا۔(20)

اگر کوئی فرد معذور ہے یا نابالغ یتیم ہے یا بیوہ ہے اور اپنی معاش کا بندوبست کرنے سے قاصر ہے تو اسلامی معاشرے کی ذمہ داری ہے کہ اس فرد کی معاشی کفالت کرکے اس کا معاشی حل کرے۔ اس لیے اسلام نے امت مسلمہ کو نفقات (Maintenance) کا ایک نظام دیا ہے۔(21)

"وقف" انفاق فی سبیل اللہ اور "صدقہ" ہی کی قسم ہے۔ اس طرح گویا وہ تمام فضائل جو صدقہ کرنے والے اور انفاق فی سبیل اللہ کرنے والے کو حاصل ہوتے ہیں مثلاً ثواب میں دس گنا یا سات سو گنا یا کئی گنا کا اضافہ ہونا، اس کے ذریعے گناہوں کی معافی، مصیبتوں اور پریشانیوں کا موقوف ہونا اور سب سے بڑ کر اس کار خداوندی کا ذریعہ ہونا وغیرہ

امت مسلمہ کا فرض ہے کہ وہ حلال طریقے سے کمائے اہل حق کا حق ادا کرے۔ اپنی دنیاوی ضروریات پورے کرے اور جو کچھ زائد اسے اللہ کے راستے میں خرچ کردے۔ اسلام میں مال و دولت کا یہی حقیقی مصرف اور یہی اس کا اصل مقام ہے۔ اور پھر یہی مال اس کے میزان میں وبال بننے کے بجائے اعمال حسنہ بن کر ابھرے گا۔ مخلوق خدا کی مالی خدمت کے بے شمار ذرائع ہیں جن کی مدد سے اللہ کی مخلوق کی خدمت کی جاسکتی ہے اور انھیں مشکلات و مصائب سے نجات دلائی جاسکتی ہے۔ یہ ذرائع درج ذیل ہیں۔

اَ. زکوٰۃ

زکوٰۃ کا لفظ "زکا" کا مصدر ہے جس کے معنی بڑھنے اور نشوونما پانے کے ہیں اور "**زکا فلان**" کے معنی ہیں فلاں شخص صالح بن گیا جس کے معنی ہیں "پھلنا، پھولنا، زیادہ بڑھنا، پاک صاف ہونا"

زکوٰۃ اپنے اصطلاحی مفہوم میں دونوں لفظی معنوں سے تعلق رکھتی ہے اس سے قومی مال بڑھتا ہے اور تزکیہ نفس ہوتا ہے۔ اسلامی اصطلاح میں زکوٰۃ سے مراد مال کا وہ حصہ ہے جو نصاب کے تحت امرأ سے لیا جاتا ہے:

"زکوٰۃ کی پابندی صرف مالداروں پر ہے کہ اس سے مال پاک رہتا ہے پانی اگر کچھ وقت ایک جگہ کھڑا رہے تو اس میں جراثیم پیدا ہوتے ہیں اور چلتا پانی پاک رہتا ہے۔ اس طرح مال بھی اگر گردش میں رہے اور اس میں سے زکوٰۃ نکلتی رہے تو پاک رہتا ہے اور مال چونکہ آدمی کو بہت محبوب ہوتا ہے اس لیے اس میں زکوٰۃ دینے سے آدمی کے دل میں مال کی محبت کم ہوتی ہے اور اللہ کی عظمت بڑھ جاتی ہے۔"(22)

شریعت میں زکوٰۃ کا اطلاق مال کے اس مقررہ حصہ پر ہوتا ہے جسے اللہ نے حقدار کے لیے فرض کیا ہے۔ مال کے اس حصہ کو زکوٰۃ اس لیے کہا جاتا ہے کہ جس مال میں سے زکوٰۃ نکالی جاتی ہے وہ اس کے لیے معنوی طور پر افزائش کا سبب بن جاتی ہے اور اسے آفات سے بچاتی ہے۔

امام ابن تیمیہؒ کہتے ہیں: صدقہ دینے والے کے نفس کا تزکیہ ہوتا ہے اور اس کا مال معنوی طور پر پاک ہو جاتا ہے اور بڑھتا ہے۔ یہ پاکیزگی اور نمو مال ہی کو نہیں زکوٰۃ دینے والے شخص کو بھی حاصل ہو جاتی ہے۔(23) ازہری کہتے ہیں: زکوٰۃ فقیر کے لیے بھی افزونی کا باعث ہے۔ اس سے زکوٰۃ کا یہ پہلو نمایاں ہوتا ہے کہ وہ فقیر کے لیے بھی مادی اور نفسیاتی اعتبار سے بڑھوتری کا سبب ہے۔

شرعی زکوٰۃ کے لیے قرآن وسنت کی دوسری اصطلاح صدقہ ہے۔ماوردی کہتے ہیں۔صدقہ زکوٰۃ کو کہتے ہیں اور زکوٰۃ کادوسرا نام صدقہ ہے۔

اسلام میں زکوٰۃ ایک فرض عبادت ہے۔اس کا مقصد تہذیب نفس[24] اور انفرادی واجتماعی خدمت ہے۔معاشرہ کے ضرورت مند افراد کی ہمدردی اور اعانت اور ان کی گزربسر کے لیے زکوٰۃ کو اہمیت دی گئی ہے کہ اس کا ذکر کہیں ایمان باللہ کے ساتھ کہیں نماز کے ساتھ، کسی جگہ آخرت کے ساتھ کیا گیا ہے۔

پروفیسر خورشید احمد لکھتے ہیں ”جدید معیشت میں خدمت خلق کا تصور نیا ہے۔لیکن اسلام نے پہلے ہی دن سے خدمتی ریاست کا تصور پیش کیا اور زکوٰۃ کی شکل میں کمزور اور جمہور انسانوں کی ضروریات کی فراہمی کی ضمانت دی“۔[25]

حدیث میں ہے:ليس فيما دون خمسة اوسق صدقة[26] ”پانچ وسق سے کم مقدار پر صدقہ نہیں ہے“۔

ان تمام نصوص میں زکوٰۃ کو صدقہ سے تعبیر کیا ہے۔لیکن عرفاً لفظ صدقہ صرف نفلی انفاق اور خیرات کا نام ہو کر رہ گیا ہے۔صدقہ کا لفظ ”صدق“ سے ماخوذ ہے۔ قاضی ابو بکر ابن عربی نے بالکل صحیح کہا ہے کہ ”زکوٰۃ“ کو صدقہ اس لیے کہا جاتا کہ صدقہ جو صدق سے ماخوذ ہے۔قول اور اعتقاد میں یکسانیت اختیار کرنے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

”زکوٰۃ معاشرہ کا ایک حق ہے جو ہر فرد پر واجب ہوتا ہے تاکہ حاجتمند طبقوں کی معاشی ضروریات پوری ہو سکیں اور ناگزیز ضروریات کے علاوہ بھی انھیں کچھ سامان زندگی میسر کیا جائے۔اسلام کسی حد تک اپنے اس اصول کو عملی جامہ پہنایا ہے جو آیت کریمہ ” كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَاۗءِ مِنْكُمْ “میں بیان ہوا ہے۔اسلام کو انسانوں کا فقر وفاقہ میں مبتلا رہنا پسند نہیں ہے اس لیے اس نے یہ اصول طے کر دیا ہے کہ ہر فرد حسب استطاعت اپنی قوت کے زور پر اپنی ضرورت کی تکمیل کا اہتمام کرے اور اگر وہ کسی وجہ سے ایسا نہ کر سکتا ہو تو اسے معارے کے مال میں سے دیا جائے۔معذوری کی صورت میں معاشرے کے ذمے اس کا حق کفالت ہے۔“[27]

خُذْ مِنْ اَمْوَالِہِمْ صَدَقَةً تُطَہِّرُھُمْ وَتُزَكِّيْہِمْ بِہَا وَصَلِّ عَلَيْہِمْ ۭ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّھُمْ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ[28]

”ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لو اس کے ذریعے تم ان کو (رزائل سے) پاک اور (فضائل سے) آراستہ کروگے۔اور ان کے حق میں دعائے رحمت کرو بلاشبہ تمہاری دعا ان کے لیے باعث تسکین ہے اور اللہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے“۔

"نبی اکرم ﷺ نے معراج کی رات کچھ ایسے لوگوں کو دیکھا جو دوزخ کے گرم پتھر کھا رہے تھے آپ ﷺ نے جب حضرت جبرئیلؑ سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ تو انھوں نے جواب دیا یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے تھے"۔ (29)

نبی اکرم ﷺ نے جب حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو اسلام کے مذہبی فرائض کی یہ ترغیب دی:

وعن ابن عباسؓ ان رسول الله ﷺ بعث معاذ الی الیمن فقال انک تاتی قوما اهل کتاب وادعهم الی شهادة ان لا اله الا الله وان محمد رسول الله فان هم اطاعو الذلک فاعلمهم ان الله قد فرض علیهم خمس صلوات فی الیوم واللیلة فان هم اطاعوالذلک فاعلمهم ان الله قد فرض علیهم صدقة توخذ من اغنیائهم فترد علی فقرائهم فان هم اطاعوا لذلک فایاک وکرائم اموالهم و اتق دعوة المظلوم فانه لیس بینها وبین الله حجاب - (30)

"حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں لہ رسول اللہ ﷺ نے معاذؓ کو یمن کی طرف (حاکم) بنا کر بھیجا تو فرمایا کہ تو ایک ایسی قوم میں جا رہا ہے جو اہل کتاب ہے۔ (یعنی یہود و نصاری) پس تو ان کو (دعوت اسلام دے اور) اس امر کی شہادت کی طرف بلا کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اگر وہ اس کو مان لیں (یعنی اسلام قبول کر لیں) تو ان کو بتلا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر پانچ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں رات اور دن میں، اگر وہ اس کو بھی قبول کر لیں تو پھر ان کو بتلا کہ اللہ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے دولتمندوں سے لی جائے گی اور غربا میں تقسیم کی جائے گی۔ لہٰذا اگر وہ اس کو بھی مان لیں تو پھر ان کا بہترین مال (زکوٰۃ میں) نہ لے (بلکہ اوسط درجے مال لے) اور (زکوٰۃ وصول کرنے میں) مظلوم کی دعا سے اپنے آپ کو بچا اس لیے کہ مظلوم کی دعا اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہے"۔

اسلامی معاشرے میں زکوٰۃ احترام انسانیت کا بھی ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ زکوٰۃ خدمتِ خلق کا عملی تقاضا ہے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے مادی ضروریات کے ساتھ حیوانات کے مقابلے میں روحانی اور عقل وجذبات جیسے لطیف احساسات سے بھی نوازہے۔ اور یہ انسان کے اشرف المخلوقات ہونے کی دلیل ہے۔ اسلام نے معاشرے کے ہر قسم کے مجبور معیشت افراد کی خدمت کا انتظام کیا ہے تاکہ وہ شرف انسانیت سے گرنے نہ پائیں۔

سید اسعد گیلانیؒ فرماتے ہیں:

"دنیا میں سب سے پہلے اسلام نے غربا، مساکین اور محرومین کی کفالت کے بارے میں ایک اجتماعی نظام تیار کیا اور اسے ایک عبادت کے طور پر نافذ کیا"۔ (31) زکوٰۃ، مخلوق خدا کی مالی خدمت کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔ زکوٰۃ دنیا میں عدل اور مساوات قائم کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔

ب. صدقات

صدقہ ہر اس چیز کو کہتے ہیں، جو اللہ کی راہ میں دی جائے۔(32) نفلی صدقے سے مراد وہ صدقہ ہوا جو انسان پر واجب نہیں، انسان اپنی خوشی سے محض اللہ کی خوشنودی کے حصول کے لیے اسے ادا کرے۔(33) نفلی صدقہ کو "صدقہ التطوع" کہتے ہیں۔ "تطوع" کے معنی ہیں اپنی خوشی سے کوئی نیکی کا کام بجالانا (جو فرض نہ ہو)(34)

صدقات، زکوٰۃ کی نسبت عام ہے۔ اس میں وہ تمام عطایات شامل ہیں جو نیت اجر و ثواب دیے جائیں۔ اس سے کہ وہ زکوٰۃ کا مال ہو یا انفاق و تبرع کی نوعیت کا کوئی اور مال، چونکہ اسی انفاق سے آدمی کے ایمان کی صداقت اور پختگی ظاہر ہوتی ہے، اس وجہ سے اس کو صدقہ کہتے ہیں، جس کی اصل 'صدق'' ہے جس کی روح قول و فعل کی کامل مطابقت اور رسوخ واستحکام ہے۔(35)

اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے جو کچھ اللہ کی راہ میں اللہ کے مقرر کردہ مستحقین کو اللہ کے عطا کیے ہوئے مال میں سے دیا جائے اسے صدقہ کہتے ہیں۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ(36)

"اے ایمان والو! خرچ کر لو اُن چیزوں میں سے جو ہم نے تم کو دی ہیں قبل اس کے کہ وہ دن آجائے جس میں نہ تو خرید و فروخت ہو سکتی ہے نہ دوستی ہو گی نہ کسی کی (اللہ کی اجازت کے بغیر) سفارش ہو گی"۔

اس دن نہ تو خرید و فروخت ہے کہ اس دن دوسروں کی نیکیاں خرید لے نہ دوستی ہے کہ تعلقات میں کوئی دوسرے سے نیکیاں مانگ لے نہ بغیر اجازت کے سفارش کا کسی کو حق ہے کہ اپنی طرف سے منت سماجت کر کے سفارش ہی کرالے۔ دوسروں سے اعانت حاصل کرنے کے جتنے بھی اسباب ہوا کرتے ہیں اس دن یہ سب مفقود ہو جائیں گے۔ اس دن کے لیے اگر کچھ کرنا ہے تو آج کا دن ہے جو بونا ہے وہ بو لیا جائے اس دن تو کھیتی کے کاٹنے کا دن ہو گا جو بویا ہے وہ کاٹ لیا جائے گا۔

"صدقہ کے لغوی معنی سچائی کے ہیں صدقہ ہر وہ چیز ہے جو انسان اپنے مال میں اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے خرچ کرتا ہے اور محتاجوں کی ضروریات کو پورا کرتا ہے اور یہ سب مالی خدمت میں شمار ہوتا ہے۔ اصطلاحاً لفظ صدقہ کا اطلاق نیکی کو فروغ دینے کے لیے ہے یا اسلام میں جو دولت انسانوں کو فلاح و ہمدردی کے باعث خرچ کی جائے تو صدقہ کہلاتی ہے۔"(37)

عن ابی هریرةؓقال قال رسول الله ﷺ ما نقصت صدقة ن مال وما زاد الله عبدا بعفو الا عزا وما تواضع احد لله الا رفعه(38)

"حضرت ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ صدقہ کرنا مال کو کم نہیں کرتا اور کسی خطاوار کے قصور کو معاف کر دینا معاف کرنے والے کی عزت کو ہی بڑھاتا ہے۔ اور جو شخص اللہ کی رضا کی خاطر تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو بلندی اور رفعت عطا فرماتے ہیں"۔

صدقہ دینے میں ظاہر کے اعتبار سے اگرچہ مال میں کمی معلوم ہوتی ہے لیکن حقیقت میں مال میں اس سے کمی نہیں ہوتی بلکہ اس کا بدل اور نعم البدل آخرت میں تو ملتا ہے۔ جس کو اللہ نے علم عطا فرمایا اور مال نہیں دیا اس کی نیت سچی ہے وہ تمنا کرتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں بھی فلاں کی طرح نیک کاموں میں خرچ کرتا تو اللہ تعالیٰ اس کی نیت کی وجہ سے بھی اس کو اتنا ہی اجر عطا فرماتے ہیں جتنا کہ خرچ کرنے والے کو ملتا ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا ہو مگر علم نہ ہو تو وہ مال میں بد عنوانی کرتا ہے نہ وہ مال خرچ کرنے میں اللہ کا خوف کرتا ہے اور نہ وہ صلہ رحمی کرتا ہے نہ حق کے موافق اس مال کو خرچ کرتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے نہ مال عطا کیا ہو اور نہ علم دیا ہو تو وہ تمنا کرتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہو تو میں بھی فلاں کی طرح خرچ کروں تو اس کی نیت کا گناہ ہو گا اور وبال میں برابر کے شریک ہوں گے۔

یہ تمام مالی واجبات دولت کو معاشرہ میں گردش دینے کے آلات کے طور پر کام کرتے ہیں اور یوں دولت کو چند ہاتھوں میں سمٹ کر رہ جانے سے بچاتے ہیں۔ جب تک دولت گردش میں رہے گی، معاشرہ کے تمام افراد کا معاشی مسئلہ حل ہوتا رہے گا۔

ت. اوقاف

وقف کے معنی لغت میں روک لینے، قائم وساکن کر دینے کے ہیں، شریعت کی اصطلاح میں اپنی کوئی چیز یا اس کا فائدہ کسی ایک خاص مقصد یا کار خیر کے لیے خاص کر دینے کو وقف کہتے ہیں۔[39]

وقف (جمع اوقاف، وقف) سے مراد ایسی چیز جو خود کو قائم رکھتے ہوئے بعض فوائد و منافع کے حصول کا ذریعہ ہو، جو جائداد یا کوئی شئے خدا کے نام پر وقف ہو اور اس کی آمدنی غریبوں اور مساکین، قرض خواہ، پر صرف کی جائے اسے نہ تو فروخت کیا جاسکتا ہے اور نہ ہبہ کیا جاسکتا ہے۔

"وقف کی عام تعریف یہ ہے کہ انسان مرنے سے پہلے بحالت ہوش وحواس اپنی دولت کا ایک حصہ "صدقہ جاریہ" کے طور پر دے دے اس کا نام وقف ہے۔"[40]

فقہاء نے وقف کی دو اقسام بیان کی ہیں: 1۔ وقف اہلی 2۔ وقف خیری[41]

اوقاف کا ادارہ زندہ قوموں کے حساس قومی اور ملی جذبوں کا عکاس ادارہ ہے۔ اس ادارے سے معاشرے کے کمزور طبقوں کو آب حیات ملتا ہے اور اس کے ذریعے قوم کی رگوں میں زندگی کے توانا جذبوں کی پرورش ہوتی ہے۔ یہ

ادارہ قوم کے نونہالوں کو ڈاکو اور لٹیرے بنانے کے بجائے انھیں زندگی کے کھلے میدان میں دوسروں کی ہمنوائی عطا کرتا ہے۔ اس ادارے کے ذریعے مسجدیں آباد ہوتی ہیں مدارس اور تعلیم گاہیں قائم کی جاتی ہیں۔ بیماروں کے علاج معالجے کے لیے ہسپتال، شفاخانے اور طبی ادارے کھولے جاتے ہیں۔ معذوروں اور قوم کے کمزور افراد کے لیے تعلیم و تربیت کے ادارے کام کرتے ہیں، لوگوں کو روزگار اور وظائف ملتے ہیں۔ وقف یعنی مالی خدمت سے وہ تمام امور انجام پاتے ہیں جن سے قوموں کو زندگی ملتی ہے اور ملت انسانی کو بقائے دوام نصیب ہوتا ہے۔[42] عرب میں اللہ کی راہ میں وقف کرنے کا طریقہ رائج نہیں تھا اور نہ ہی عرب اس سے واقف تھے۔ ملکیت وقف کرنے کی ابتدا نبی اکرم ﷺ نے کی اور مسجد نبوی کی زمین آپ ﷺ نے دو نوجوانوں سہل اور سہیل سے خرید کر مسجد کے لیے وقف کر دی۔ عرب میں یہ پہلا وقف ہے۔[43]

مدینہ منورہ میں پینے کے پانی کی شدید کمی تھی پھر جو کنویں تھے ان میں سے اکثر یہودیوں کی ملکیت میں تھے ان میں سی قریبی کنواں (بیر) رومہ تھا۔ یہ کنواں حضرت عثمان غنیؓ نے آپ ﷺ کے حکم پر چار ہزار دینار میں یہودی مالک سے خریدا اور آپ ﷺ کے فرمانے سے انہوں نے اس کنوں کو وقف کر دیا۔ یہ دوسرا وقف تھا مدینہ منورہ میں قائم ہوا۔[44]

جب آیت نازل ہوئی لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۥ تو ابو طلحہ انصاریؓ کھڑے ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اپنا پیارا مال خرچ کرو، میرا پیارا مال یہ باغ ہے۔ یہ اللہ کے لیے صدقہ ہے۔ آپ ﷺ جہاں چاہیں اسے صرف کر دیں تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ نفع بخش مال ہے۔ اس لیے اسے اپنے رشتہ داروں میں صرف کریں۔ انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ اسے انہیں دے دیں۔ آپ ﷺ نے طلحہ کے رشتہ داروں، چچا اور بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔[45]

نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں ایک وقت آیا کہ مسجد نبوی لوگوں کے لیے بہت تنگ ہو گئی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہے کوئی اللہ کا بندہ جو فلاں گھرانے کی زمین کا ٹکڑا خرید کر مسجد میں شامل کر دے تو اس کے بدلے میں جنت میں اس سے بہتر اس کو عطا کیا جائے گا تو حضرت عثمان غنیؓ نے اسے اپنی ذاتی رقم سے خرید کر مسجد میں شامل کر دیا تو یہ مدینہ میں تیسرا وقف ہے جو آپ ﷺ کی ترغیب سے کیا گیا۔[46]

اللہ کے نبی اکرم ﷺ نے مفاد عامہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے بعض صحابہ کرامؓ سے بعض باغات وقف شخصی اور وقف اجتماعی کرائے اور یہ سلسلہ آج تک مسلم امہ میں بہت بڑے خیر کا موجب اور خدمت خلق کے کاموں کی بنیاد بنا۔

ث. وصیت کا مفہوم

وصیۃ(وصیت، ج:وصایا:ع) اسلامی ادب کی ایک کثیر الاستعمال اور انتقال جائیداد کی ایک قانونی اور فقہی اصطلاح مادہ وص ی (وصی وصیا ملانا، عہد کرنا) سے اسم مصدر، بمعنی آنے والے واقعے کے متعلق، خصوصاً مرنے والے یا سفر پر جانے والے کا کسی کو کچھ سمجھانا۔[47] وصیۃ: وصیت، مرتے وقت کی نصیحت، جمع وصایا۔[48]

جبران مسعود کی وصیت کی وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"وصاہ بکذا، عهدالیه به، وصاله بکذا ملکه اياه بعد موته، وصاه الیه جعله وصیا یتصرف فی ماله وطفاله بعد موته، وصاه الیه بالصلاة امره بها"[49]

"وصیت سے مراد کسی کے ساتھ وعدہ کرنا، اپنی موت کے بعد کسی کی ملکیت میں اپنا مال دینا، وصالہ الیہ سے مراد کسی کو وصی بنانا ہے کہ وہ شخص اس کی موت کے بعد اس کے مال میں تصرف کرے اور اس کے بچوں کی نگرانی کرے۔ وصاہ الیہ بالصلاۃ سے مراد نماز کا حکم دینا بھی ہے"۔

وصیت کا تصور زمانہ قدیم سے ہے، اسلام سے پہلے اکثر مذاہب اور قوانین میں وصیت کی بے قید اجازت تھی۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ غیر منصف مزاج لوگ اپنے اصل ورثا کو محروم کر دیتے تھے، یا ان کے لیے اپنی جائیداد کا معمولی حصہ چھوڑ جاتے تھے، اور محض شہرت کے جذبہ سے اپنی پوری دولت یا اس کے بڑے حصے کی دوسروں کے لیے وصیت کر جاتے تھے، یا خود اپنے ہی ورثا میں کسی کے لیے وصیت کر جاتے اور کسی کو محروم کر دیتے۔[50]

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ موصی کے لیے ضروری ہے کہ وہ تہائی سے زائد مال کی وصیت نہ کرے۔

"عن سعد بن ابی وقاص قال جا النبی ﷺ یعودنی و انا بمکة ویکره ان یموت بالارض التی ہاجر منها قال یرحم الله ابن عفرا و انا ذومال ولا یرثنی الا ابنته واحده قلت یارسول اللهﷺ اوصی بمالی کله قال لا قلت فالشطر قال لا قلت الثلث قال فالثلث والثلث کثیر انک تدع ورثتک اغنیا خیر من ان تدعهم عالة یتکففون الناس فی ایدیهم"[51]

"سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ میں مکہ میں بیمار ہوا اور مرنے کے قریب ہو گیا، نبی اکرم ﷺ میری عیادت کو تشریف لائے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! میرے پاس مال بہت ہے اور ایک بیٹی کے علاوہ میرا کوئی وارث نہیں۔ کیا میں اپنا مال (اللہ کی راہ میں) دے دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا "نہیں" پھر میں نے کہا "دو تہائی" دے دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا "نہیں" پھر میں نے کہا "نصف" دے دوں؟ فرمایا "نہیں" پھر میں نے پوچھا "تہائی" دے دوں؟ فرمایا "تہائی دے سکتے ہو اور یہ بھی بہت ہے" پھر فرمایا "اگر تم اپنی اولاد کو مالدار چھوڑ جاؤ تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم انہیں محتاج چھوڑ جاؤ اور ان لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں"۔

مال سے محبت اور اس کے خرچ کرنے میں بخل وامساک انسانی فطرت کی سب سے بڑی کمزوریوں میں سے ایک ہے جس کی عقدہ کشائی قرآن حکیم نے ان الفاظ میں بیان کی ہے۔

وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ(52) "اور نفوس حریص واقع ہوئی ہے۔"

ابتداء اسلام میں جب تک میراث کے حصے مقرر نہیں ہوئے تھے، ہر شخص پر لازم تھا کہ اپنے وارثوں کے حصے بذریعہ وصیت مقرر کرے تاکہ اس کے مرنے کے بعد نہ تو خاندان میں جھگڑے ہوں اور نہ کسی حق دار کا حق مارا جائے۔ لیکن جب بعد میں تقسیم وراثت کے لیے اللہ تعالیٰ نے خود اصول وضوابط بنا دئے جن کا ذکر سورۃ النساء میں ہے تو پھر وصیت کا وجوب ختم ہو گیا، البتہ دو بنیادی شرائط کے ساتھ اس کا استحباب باقی رہا۔ جو شخص وراثت میں متعین حصہ پا رہا ہے اس کے لیے وصیت نہیں کی جاسکتی ہے، مثلاً ماں، باپ، بیوی، شوہر اور اولاد۔

جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر تقریباً ڈیڑھ لاکھ صحابہ کرام کے مجمع کے سامنے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے ہر وارث کا حصہ مقرر کر دیا ہے، لہٰذا اب کسی وارث کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں ہے۔" حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی حدیث میں مزید وضاحت موجود ہے کہ میراث نے ان لوگوں کی وصیت کو منسوخ کر دیا جن کا میراث میں حصہ مقرر ہے، دوسرے رشتہ دار جن کا میراث میں حصہ نہیں ہے، اُن کے لیے حکم وصیت اب بھی باقی ہے۔) وصیت کا نفاذ زیادہ سے زیادہ ترکہ کے ایک تہائی حصہ پر نافذ ہو سکتا ہے الا یہ کہ تمام ورثاء پوری وصیت کے نفاذ پر راضی ہوں۔(53)

اس حکم کا یہ منشا ہے کہ ایک تو مرنے والا خصوصیت کے ساتھ پانے والدین کے حق میں اپنی اولاد کو حسن سلوک کی وصیت کر جائے، کیوں کہ ان سے بوڑھے دادا، دادی، کی خدمت کی توقع کم ہی کی جاسکتی ہے۔ دوسرے اس کے خاندان میں جو افراد ایسے ہوں جنہیں قانون کے مطابق میراث میں حصہ نہیں پہنچتا، مگر مرنے والا انہیں مدد کا مستحق سمجھتا ہو تو انہیں ترکے میں سے حصے دینے کی وصیت کر دے۔ اس کے علاوہ ایک شخص اگر بہت مال چھوڑ رہا ہو تو وہ مال رفاہ عامہ کے کاموں کے لیے بھی وصیت کرنے کا مجاز ہے۔

ج. وراثت کا مفہوم

عبد اللہ بن محمود لفظ وراثت کے معنی ومفہوم کی وضاحت کے بارے میں لکھتے ہیں:

"الارث فی اللفقة ، البقائ، والوارث، الباقی وهو من اسما الله تعالیٰ: ای الباقی بعد فنا ئ خلقه وسمی الوارث لبقائه بعد المورث وفی الشرع : انتقال مال الغیر الی الغیر علی سبیل الخلافة"(54)

"لغت میں لفظ میراث سے مراد باقی رہنے کے ہیں۔ وارث سے مراد بھی باقی رہنے والا ہے اور یہ اسم اللہ تعالیٰ کے اسما میں سے ہے، یعنی اللہ پانی مخلوق کے فنا ہونے کے بعد باقی رہنے والا ہے، اس لیے مورث (متوفی) کے بعد باقی رہنے

والے کو وارث کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ شریعت میں نیابت کے ذریعے کسی کا مال کسی دوسرے کی طرف منتقل ہونے کا نام وراثت ہے"۔

میراث کا لفظ کتب فقہ اسلامی میں فرائض کے نام سے موسوم ہے فرائض، فرض کی جمع ہے، جس سے مراد مقرر شدہ کے ہیں، یعنی قانون وراثت (فرائض) ایک ایسا قانون ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مقرر اور فرض کر دیا ہے۔ عبدالغنی الغنیمی علم فرائض کے مفہوم کی وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"الفرائض جمع فريضة، فصيلة من الفروض وهو فی اللغة : التقدير والقطع، فی الشرع ما ثبت بدليل قطعی لا شبهة فی وسمی وبذا النوع من الفقه ، فرائض، لانه سهام مقدرة ثبت بدليل قطعی لا شبهة فيه"(55)

"شریعت میں فرائض ایسا عمل ہے، جو قطعی دلیل کے ساتھ ثابت ہو اور جس میں شبہ نہ ہو۔ اس لیے فقہ میں اس قسم کو فرائض کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، (علم الفرائض) وارثوں کے مقررہ حصے ایسی قطعی دلیل کے ساتھ ثابت ہیں، جن میں شک کی گنجائش نہیں ہے۔"

''Inheritance, in its strict signification at common law, refers only to the devolution of real estate. In this technical sense an inheritance is the estate in realty which is vested in the heir by operation of law immediately upon the death of the ancestor. However, in its broadest meaning and its popular sense, inheritance denotes any property, personal as well as real, and applies to property acquired by will as well as that which passes by descent''.(56)

"عام قانون کے مطابق واثت حقیقی جائیداد کے انتقال کی طرف خاص نشاندہی کرتی ہے، اور اس فنی طریقہ کار سے واقعتاً ایسی جائیداد کی وراثت، جو مورث کی وفات کے بعد قانونی طور پر وارثوں کو ملتی ہے، اس کو بیان کیا جاتا ہے۔ لہٰذا اپنے وسیع مفہوم اور خاص معنی کے مطابق وراثت ہر جائیداد غیر منقولہ، وصیت کے ذریعے حاصل کردہ جائیداد اور نسب کے ذریعے ہونے والی جائیداد پر دلالت کرتی ہے۔"

"اپنی ضروریات پر خرچ کرنے، راہ خدا میں صدقہ وخیرات اور زکوٰۃ کی ادائیگی کے باوجود جو دولت ایک جگہ سمٹ کر رہ گئی ہو اسے پھیلانے کے لیے اسلام نے ایک قانون بنایا ہے جو وراثت کہلاتا ہے"۔(57)

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ تفہیم القرآن میں لکھتے ہیں:

"یہ ایک بڑی خوفناک آیت ہے، جس میں ان لوگوں کو ہمیشگی کے عذاب کی دھمکی دی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے قانون وراثت کو تبدیل کریں۔ مسلمانوں نے یہودیوں جیسی جسارت کی تھی کہ خدا کے قانون کو بدلا

اور اس کی حدوں کو توڑا جائے۔ اس قانون وراثت کے معاملے میں جو نافرمانیاں کی گئی ہیں، وہ اللہ کے ساتھ بغاوت کی حدت کو پہنچتی ہیں"۔[58]

سورۃ الفجر کی آیت میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ لکھتے ہیں " اور تم میراث کا سارا مال سمیٹ کر کھا جاتے ہوئے"۔ کی تشریح میں لکھتے ہیں "عرب میں عورتوں اور بچوں کو میراث سے ویسے ہی محروم رکھا جاتا تھا اور لوگوں کا نظریہ اس میں یہ تھا کہ میراث کا حق صرف مردوں کو حاصل ہے۔ حق اور فرض کی کوئی اہمیت ان کے نزدیک نہ تھی کہ ایمانداری کے ساتھ اپنا فرض سمجھ کر حق دار کو اس کا حق دیں، خواہ وہ اسے حاصل کرنے کی طاقت رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو"۔

موت ایک حقیقت ہے جس کو کسی وقت بھی بھلایا نہیں جاسکتا۔ ہر شخص کے لیے جائز ہے کہ وہ چھوڑے ہوئے مال کے ایک تہائی میں کسی جائز اور ثواب کا کام کرنے کی وصیت کرے۔ ترکے کے تہائی حصے سے زیادہ کی وصیت جائز نہیں اور اگر کسی نے کر دی تو اس پر عمل نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ اس طرح شرعی وارثوں کو نقصان پہنچے گا۔

قدرت کے اس قانون کا منشاء یہ ہے کہ جو شخص مال چھوڑ کر مر جائے خواہ وہ زیادہ ہو یا کم، اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے دور ونزدیک کے رشتہ داروں میں ایک قانون کے تحت درجہ بدرجہ تقسیم کر دے اور اگر کسی کا وارث نہ ملے تو بجائے اس کے کہ اسے منہ بولا بنانے کا حق دیا جائے۔ اس کے مال کو بیت المال میں داخل کر کے قومی ملکیت قرار دیا جائے۔ تاکہ اس سے ضرورت مندوں کی ضروریات پوری ہو سکیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: **انک ان تدع ورثتک اغنیاء خیر من ان تدعهم عالة یتکففون الناس**[59]
"تمہارا اپنے ورثاء کو غنی چھوڑنا اس سے بہتر ہے کہ ان کو ایسا محتاج چھوڑو کہ لوگوں سے دست سوال کرتے پھریں"۔

عام مسلمانوں میں کثرت سے اور بعض خواص میں بھی مالی معاملات کے بارے میں جو بڑی کوتاہیاں اور غلطیاں ہو رہی ہیں، ان میں سے ایک کوتاہی میراث کا اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام و ارشادات کے مطابق تقسیم نہ کرنا، بلکہ ایک وارث یا چند وارثوں کا اسے ہڑپ کر جانا اور دوسرے وارثوں کو محروم کرنا ہے۔ قرآنِ مجید میں اسے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ کی نافرمانی اور کافروں کا عمل اور کردار بتایا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا [60] اور میراث کا سارا مال سمیٹ کر کھا جاتے ہو اور مال کی محبت میں پوری طرح گرفتار ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَ ابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ[61]

"اور ماں باپ اور قرابت داروں، یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں سے اور جو لوگ تمہارے قبضے میں ہوں ان کے ساتھ احسان کا معاملہ رکھو۔"

ان آیات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مخلوق خدا کے ساتھ محبت، حسن سلوک، اور خدمت کو کس قدر اہمیت دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ بھلائی اور حسن سلوک دراصل خدمت خلق کا ہی حصہ ہے۔

يَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلْ مَا أَنفَقْتُم مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ(62)

"وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں؟ آپ کہہ دیجئے جو مال تم خرچ کرو وہ ماں باپ کے لیے ہے اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے اور تم جو کچھ بھلائی کروگے اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہے"۔

وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ(63) "وہ آپ ﷺ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں کہہ دیجئے کہ جو ضرورت سے زائد مال ہو"

میراث کی تقسیم کے وقت اگر کچھ دور کے رشتہ دار یتیم، مسکین وغیرہ جمع ہو جائیں جن کا کوئی حصہ ضابطہ شرعی سے اس میراث میں نہیں ہے تو ان کے جمع ہو جانے سے تم تنگ دل نہ ہو، بلکہ جو مال اللہ تعالیٰ نے تمہیں بلا محنت عطا فرمایا ہے اس میں سے بطور شکرانہ کے کچھ ادا کر دو، اور غنیمت جانو کہ خرچ کا ایک اچھا موقع مل رہا ہے، اس موقع پر ان لوگوں کو کچھ نہ کچھ دے دینے سے ان دور کے رشتہ داروں کی دل شکنی اور حسرت کا ازالہ ہو جائے گا، اس مں مرنے والے کا محروم الارث پوتا بھی آگیا، اس کے چچاؤں اور پھوپھیوں کو چاہیے کہ اس کو اپنے اپنے حصے سے بخوشی کچھ دے دیں۔

اسلامی تعلیمات کے مطابق مسلمان کسی کافر کا وارث نہیں ہو سکتا۔ کوئی کافر مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا خواہ ان میں کتنی قریبی رشتے داری ہو۔ اگر مورث کو کوئی وارث قتل کر دے تو وہ وراثت سے محروم ہو گا۔ کیونکہ وارث بعض اوقات لالچ میں اندھا ہو کر اپنے باپ کو قتل کر دیتا ہے۔ ایسا شخص باپ کے قتل کا گناہ بھی اٹھائے گا اور وراثت سے بھی محروم ہو گا۔

ح. قرض کا معنی و مفہوم

"قرض" کے اصل معنی کاٹنے کے ہیں، قینچی کو اس لیے "مقراض" کہتے ہیں کہ وہ کاٹنے کا ذریعہ ہے۔ "قرض" کو "ق" کے زبر کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے اور زیر کے ساتھ بھی۔(64) یہ قطع کی ایک قسم ہے جس طرح کسی جگہ سے گزرنے اور تجاوز کرنے کے لیے قطع المکان کا محاورہ بولا جاتا ہے اس طرح قرض المکان بھی کہتے ہیں۔(65)

اصطلاح میں "قرض" بدل کی ادائیگی کی شرط پر نفع اٹھانے کے لیے مال دینے کا نام ہے:"دفع المال ارفاقا لمن ینتفع به ویرد بدله"۔[66] قرض اس مال کو کہتے ہیں جو کسی کو (اس کی ضرورت پوری کرنے کے لیے دیا جائے) اس شرط پر کہ وہ واپس مل جائے گا۔[67] قرض دہندہ اپنے مال کا کچھ حصہ الگ کر کے یا دوسرے الفاظ میں کاٹ کر مقروض کو دیتا ہے اس لیے اس کو "قرض" کہتے ہیں۔[68]

مخلوق خدا کی خدمت کا ایک مفید اور کارآمد ذریعہ "قرض حسنہ" ہے۔ قرض حسنہ غریب اور ضرورت مندوں کو وقتی حاجت روائی کا ذریعہ ہے۔ صاحب ہنر غریب کا کسی پیداواری کاروبار کے لیے بھی مؤثر ذریعہ ہے۔

قرض حسنہ کی تعریف یہ ہے کہ:

"دولتمند کسی ضرورت مند کی ضرورت کے انسداد کے لیے اور اس کی حاجت روائی کے لیے اس طرح رقم سے اس کو فائدہ پہنچائے کہ اس کا کوئی بدل (سود وغیرہ) اس سے حاصل نہ کرے۔"[69]

شریعت نے اس سلسلہ میں احتیاط سکھائی ہے کہ مقروض کی دعوت تک قبول کرنے سے گریز کیا جائے۔ حضرت امام اعظمؒ جس کسی کو قرض دیتے اس کے مکان کی دیوار کے سایہ سے بھی استفادہ نہیں کرتے تھے۔ قرض حسنہ ایک خوددار غریب کی خودداری کو بھی ٹھیس نہیں لگنے دیتے۔ نبی اکرم ﷺ خود بھی مسلمانوں بلکہ اہل کتاب سے قرض کا لین دین فرماتے تھے۔[70]

امداد باہمی کے لیے قرآن کریم نے قرض حسنہ کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اہل حاجت کو قرضہ حسنہ دینا خود اللہ تعالیٰ کو قرض دینے سے تعبیر فرمایا ہے:

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗٓ اَجْرٌ كَرِيْمٌ[71] "کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دے تو پھر اللہ اسے کسی گنا بڑھا دیتا ہے اور اس کے لیے عزت والا بدلہ بھی ہے"۔

اسلام قرض دینے والے کو بھی درس دیتا ہے کہ جہاں تک ہو سکے مفلوک الحال قرض دار کو چھوٹ دیئے رکھے۔

وَاِنْ كَانَ ذُوْعُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ۭ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ[72] "اور اگر تمہارا قرض دار تنگدست ہو تو اس کی آسودگی تک اسے مہلت دے دو، اگر معاف ہی کر دو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو"۔

قرض حسنہ کوئی مسلمان اپنا مال سود پر نہ دے کہ اس کے مال (کی برکت) کو ختم کر دے اور مقروض کی نیند حرام کر دے، بلکہ اسلام نے تو قرض حسنہ کی ترغیب دی ہے اور ایسے شخص سے، جو قرض حسنہ دے، بہترین اجر و ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: **مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ۭ**[73]

"کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے۔ تو اللہ اسے کئی گنا بڑھا چڑھا کر زیادہ دے"۔

تنگ دست کو خوشحالی اور فراخی تک مہلت دینا اور قرض معاف کرنے کی ترغیب دینا، جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:
وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ۚ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ[74] "اور اگر قرض لینے والا تنگ دست ہو تو (اسے) کشائش (کے حاصل ہونے) تک مہلت دو اور اگر قرض معاف ہی کر دو تو تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے، اگر تم سمجھو"۔

مختلف ذرائع سے تعاون کرنا یعنی اجتماعی، فنی اور زرعی تعاون کرنا۔ اجتماعی تاوان کی ضمانت و کفالت، کاشتکاروں اور فنون کے ماہرین کو مالی مدد دینا جو ان کو مالی لحاظ سے مستحکم کرے، ان کی پیدوار کو بڑھائے اور جس کے نتیجے میں امت خیر و برکت سے مالا مال ہو، مدارس کھولنا، ہسپتال تعمیر کرنا اور معذوروں کی بحالی کے لیے ادارے قائم کرنا بھی باہمی تعاون کے ضمن میں آتا ہے۔ اللہ تعالی نے جامع انداز میں فرمایا ہے۔**وَتَعَاوَنُوْا عَلَي الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى**[75] "نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کیا کرو"۔

اس باہمی تعاون کے سائے میں معاشرہ پھلے پھولے گا اور یہ سود جیسے گناہ سے محفوظ ہو گا۔

2. بدنی خدمت

یہ بھی عبادت اور خدمت کا ایک بہترین طریقہ ہے۔ جس میں زرا بھی مال خرچ نہیں ہوتا۔ راستے سے پتھر ہٹانا، نابینا کو سڑک پار کرانا، بزرگوں کا سامان اٹھا کر گھر تک پہنچانا، بس یا ٹرین میں ضعیف، حاملہ خاتون اور معذوروں کے لیے جگہ خالی کرنا۔ یہ سب بدنی خدمات ہیں۔ آج کے دور کی ایک اہم خدمت ضرورت کے تحت اپنا خون دینا بھی ہے۔

"بدنی خدمت کا مطلب ہے اپنے جسم سے ایسے کام کرنا جن سے مخلوق خدا کا بھلا ہو۔ اس کی عام شکل ہے کہ کسی مسلمان کی تکلیف دور کرنا، معذور کی مدد کرنا کمزوروں یا بیماروں کے کام آنا"۔[76]

حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ:

"قال رسول اللہ ﷺ من نفس عن مسلم کربة من کرب الدنیا نفس اللہ عنه کربة من کرب یوم القیامة"[77] "نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے کسی مسلمان کی دنیا میں تکلیف دور کرنے کی کوشش کی، اللہ دنیا و آخرت میں اس سے تکلیف دور فرمائے گا"۔

تکلیف دور کرنا بدنی خدمت ہے۔ جب کوئی مسلمان فوت ہو جائے تو دوسرے مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس کی تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ میں شریک ہوں کیونکہ وہ مسلمان کسی مسلمان کے جنازے میں شریک ہوتا ہے اور نماز و دفن تک برابر ساتھ رہتا ہے تو اسے دو قیراط اجر ملے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

المسلم اخو المسلم، لا يظلمه ولا يسلمه ومن كان فی حاجته اخيه، كان الله فی حاجته ومن فرج عن مسلم كربة فرج الله عنه كربة من كربات يوم القيامة ۔ومن ستر مسلما ستره الله يوم القيامة[78]

"مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اور بھائی نہ تو اپنے بھائی پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے بے یارومددگار چھوڑتا ہے اور جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی کرتا ہے اللہ اس کی حاجت روائی کرتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان کی تکلیف دور کرے گا اللہ قیامت کے دن اس کی تکلیف کو دور کرے گا اور جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا"۔

مومن اپنی ذات کے گرد نہیں گھومتا بلکہ اپنے دوسرے بھائیوں کے دکھ درد میں بھی شریک ہو کر ان کے دکھ درد کا مداوا کرتا ہے۔ جو بات انہیں دکھ پہنچا رہی ہے، اسے دور کرتا ہے، اس کا حل تلاش کرتا ہے، مسلمان بھائی کا غم ہلکا کرتا ہے، اس کے دکھ میں شریک ہوتا ہے۔ بڑی نیکیوں میں سے ای نیکی یہ ہے کہ وہ بندہ اچھا ہے جو کسی انسان کو خوش کرتا ہے، خاص طور پر ایسا انسان جو رنج والم میں مبتلا ہو، کسی حادثے کا شکار ہو گیا ہو اور کسی صدمے کی وجہ سے نڈھال ہو رہا ہو، ایسے انسان کے پاس جانا، اس کا غم ہلکا کرنا اور اسے خوش کرنا نیکی کا کام ہے۔

عن ابی ہریرۃ قال سئل رسول الله ﷺ ای العمل افضل؟ قال ان تدخل علی اخيک المسلم سرورا او تقضی عنه دينا اورتطعمه خبزا[79]

"حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے سوال کیا یا رسول اللہ کون سا عمل سب سے بڑا فضیلت والا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے مسلمان بھائی کو خوش کرو یا اس کا قرض ادا کرو یا کھانا کھلاؤ"۔

نبی اکرم ﷺ نے جہاں معاشرے کے کمزور طبقات کا خیال رکھا اور ان کے دکھ درد کو دور کیا وہاں اس کمزور ترین طبقے یعنی غلاموں اور خادموں کی دادرسی کی، ان کو ان کے حقوق دلائے اور ان کو انسانیت کا اعلیٰ مقام دلایا اور معاشرے میں مساوات قائم کی۔

انسان اپنی انفرادی نیکیوں میں نہ لگا رہے بلکہ اپنی انفرادی نیکیوں، عبادتوں اور وظائف کے ساتھ اپنے دوسرے بھائیوں کی خیر خبر معلوم کرے، ان کے پاس جائے، ان کے دکھ درد دور کرے انہیں تسلی دے، کچھ وقت ان کے ساتھ گزارے، آپ ﷺ کا یہ اسوہ حسنہ ہے آپ زیادہ وقت خاص طور پر دن کا زیادہ وقت اجتماعی معاملات میں صرف کرتے، ان کے اجتماعی اور انفرادی مسائل معلوم کرتے، پھر انہیں حل فرماتے۔

اسلام جس قسم کا پاکیزہ معاشرہ بنانا چاہتا ہے اس کا بنیاد باہمی تعاون و توافق، اتحاد و یکجہتی اور نیکی اور بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد پر ہے۔ افراد کی اجتماعیت ہو یا حکومت کا نظم و نسق ہو یا غیر سرکاری ادارے، انجمنیں، تنظیمیں اور جماعتیں ہوں، ان کا نیکی اور بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنا اسلام کا رہنما اصول ہے۔

3. رُوحانی خدمت

برائی سے بچانا اور نیک راہ پر چلانا روحانی خدمت ہے، تبلیغ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ روحانی خدمت بدنی اور مالی خدمت سے اعلیٰ اور دیرپا ہے اور ہر روحانی خدمت پر مسلمان پر فرض ہے۔

مسلمان کا ایمان ہے کہ اچھے کاموں پر پرچار کرنا اور بُرے کاموں کو مٹانا ضروری ہو جاتا ہے جب نیکی معدوم ہو رہی ہو اور برائی سر نکال رہی ہو۔ ان لوگوں پر جو امر و نہی کی طاقت رکھتے ہیں۔ ایمان باللہ کے بعد دینی ذمہ داریوں میں سے یہ سب سے بڑی ذمہ داری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو کتاب اللہ میں ایمان کے ساتھ ذکر کیا ہے۔[80]

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ. [81] ''تم ایک بہترین امت ہو جسے نکالا گیا ہے نیکی کا حکم دیتے ہو اور بُرائی سے منع کرتے ہو اور خدا پر ایمان رکھتے ہو''

روحانی خدمت کے لیے خیر و شر کا پیمانہ خدا کا دین ہے جو کچھ اللہ کے دین میں ہے وہ سراسر خیر ہے اور جو خدا کے دین سے باہر ہے وہ شر ہے۔ خدا کے دین کے سوا نہ تو کسی تصور حیات سے اسے دلچسپی ہے اور نہ وہ دنیا کو اس کی دعوت دے سکتا ہے۔ دنیا کے جتنے ادیان، جتنے نظام حیات اور جتنے قوانین زندگی ہیں ان سب میں مخلوق کی آسانی کا خیال رکھا گیا ہے۔ راہ راست پر قائم رہنے کے لیے امر بالمعروف و نہی عن المنکر ایک لازمی شرط ہے۔ اس کے بغیر راہ راست پر قائم رہنے کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔

''**دعوت الی الخیر**'' یعنی خیر کی طرف بلانا، یہ سے مراد خدا کا وہ دین کامل ہے جو نبی اکرم ﷺ کے ذریعہ امت مسلمہ کو وراثت میں ملا ہے۔ اللہ نے جو نظام زندگی عطا کیا ہے جو عقائد و نظریات دیئے ہیں جو قوانین سیاست بتائے ہیں جو ضابطہ اخلاق دیا ہے اور جس طریقہ عبادت کی تعلیم دی ہے اصل میں وہی ''خیر'' ہے۔ دنیا کو اس خیر کی طرف بلانا امت مسلمہ کا فرض ہے جو روحانی خدمت کا ذریعہ ہے۔[82]

مخلوق خدا کو نفع پہنچانا ہی خدمت خلق ہے۔ یہ خدمت تمام انسانوں کے لیے ہے۔ اس میں رنگ و نسل، مذہب اور دین کی بھی تمیز نہیں ہے۔ مخلوق جو روئے زمین پر ہے وہ خدمت واخوت کی طلب گار ہے۔ خدمت کا جذبہ عام اور سب کے لیے برابر حیثیت رکھتا ہے خدمت کے معاملے میں قومیت، عصبیت، لسانیت، اور علاقیت کی کوئی گنجائش موجود نہیں ہے۔ خدمت خلق ایک وسیع اصطلاح ہے جس کا دائرہ کار بہت وسیع ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ ،فان لم یستطع فبلسانہ ، فان لم یستطع فبقلبہ ، وذلک اضعف الایمان۔ [83] ''جو تم میں سے بُرائی کو دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے روکے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے ورنہ دل سے اس کو بُرا جانے یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے''۔

جہاد فی سبیل اللہ بھی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ایک صورت ہے جو اپنے اندر وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا پورا کام جہاد ہے۔ انسان جس معروف کا حکم دیتا ہے اور جس معروف کو قائم کرنے اور جس منکر کو معاشرہ سے مٹانے کی کوشش کرتا ہے وہ حقیقت میں خدا کی راہ میں جہاد کے برابر ہے اور یہ مخلوق خدا کی روحانی خدمت کرتا ہے۔(84)

اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو مسلمانوں پر لازم قرار دیا ہے کہ یہ انسانی معاشروں کی پاکیزگی اور پاکی کا باعث ہے اقوام و ملل کے عزوشرف کا محافظ بھی ہے۔ ان تمام اصول پر کاربند رہ کر مخلوق خدا کی بھرپور خدمت اور مدد کی جاسکتی ہے۔ دوسروں کی مدد کرکے انسان بذات خود بھی سکون محسوس کرتا ہے اور دنیا وآخرت میں انعامات ربانی کا بھی مستحق قرار پاتا ہے۔

اللہ کے بنائے ہوئے نظام میں معاشی خوشحالی کا راز مضمر ہے۔ جو انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرسکے اور جس کی اہمیت اور افادیت زمان و مکان اور حال و مستقبل کی پابندی سے بالاتر ہو۔ اسلام پوری انسانیت کی معاش اور اقتصاد کو بہترین طریقے سے حل کرتا ہے۔ انسان کے اندر اخوت و محبت، ایثار و ہمدردی اور تعاون کے جذبات پیدا کرتا ہے۔ لوگوں کو احسان کی ترغیب دلاتا ہے۔ دوسری طرف بے کس، معذور اور ناتواں لوگوں کی عملی دستگیری کے لیے مالدار لوگوں کی دولت میں سے ان کا حق متعین کرتا ہے۔ ارتکاز زر کے استحصال کے لیے ایک طرف سود کو حرام قرار دیتا ہے تو دوسری طرف وراثت اور زکوٰۃ کے ذریعے دولت کی منصفانہ تقسیم کا اہتمام بھی کرتا ہے۔

زکوٰۃ سے معاشرے کے کمزور طبقات کے معاشی مسائل کو حل کرنے کی راہ ہموار کی گئی اور انفاق کے ذریعے ان کمزور طبقات کے علاوہ والدین قرابت دار، یتیموں کے بھی معاشی مسائل کو حل کرنے کا طریقے بتایا گیا ہے۔ وصیت کے ذریعے مالدار لوگوں کے معاشرتی سکون کے لیے کچھ لوگوں کی معاشی حالت کو بہتر بنانے کی تدبیر بتائی گئی ہیں۔ عورت کی معاشی حالت کے استحکام کی ضمانت وراثت، مہر اور نان ونفقہ کے ذریعے مہیا کی گئی ہے۔

لہٰذا اسلام کا نظام معیشت اخوت و محبت کا پیغام ہے۔ جو باہمی منافرت اور طبقاتی کشمکش کا وجود ہی تسلیم نہیں کرتا اور جو انسانیت کو حقیقی امن وسکون سے ہمکنار کرتا ہے۔ یہ صرف اسلام کا ہی لایا ہوا اصول ہے جس پر عمل پیرا ہونے پر انسان کی طبقاتی کشمکش اور امیر وغریب کے درمیان انتقامی احساسات اور کاروائیوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

حوالہ جات

[1] گیلانی، اسعد سید، **اسلام کا نظام عشر وزکوۃ**، مکتبہ تعمیر انسانیت، اردو بازار، لاہور، ۱۹۹۶، ص:۱۳

[2] گیلانی، اسعد سید، **اسلام کا نظام عشر وزکوۃ**، مکتبہ تعمیر انسانیت، اردو بازار، لاہور، ۱۹۹۶، ص:۱۵

[3] البقرہ2:219

[4] الروم30:۳۸

[5] البقرہ2:۲۱۵

[6] گیلانی، اسعد سید، **اسلام کا نظام عشر وزکوۃ**، مکتبہ تعمیر انسانیت، اردو بازار، لاہور، ۱۹۹۶، ص:۵۷

[7] محمد بن عبد اللہ، الخطیب العمری، مترجم، مولانا عابد الرحمن کاندھلوی، **المشکوۃ المصابیح**، کتاب الرقاق، 2:۴۹۲، دار الاشاعت، اردو بازار، کراچی، ۲۰۰۹، ص۱۳۵

[8] اسحاق، محمد، حکیم، **اسلام کا نظریہ کسب وانفاق**، منظور حسین اکیڈمی، کراچی 1981، ص۹۵

[9] راغب اصفہانی، امام، **مفردات القرآن (اردو)**، مترجم، فیروز پوری، محمد عبدہ، مولانا، ج۲، ص۱۰۷۲

[10] صدیقی، فائزہ، احسان، پروفیسر، **اسلام کا نظام صرف دولت اور انفاق**، رب پبلشرز، کراچی، 2008، ص۲۵

[11] ایضا، ص۲۵

[12] اصلاحی، عبد العظیم، احمد، اوصاف، (مرتبین) **معاشی مسائل اور قرآنی تعلیمات**، ص۶۲

[13] صدیقی، فائزہ احسان، پروفیسر، **اسلام کا نظام صرف دولت اور "انفاق"** منظور حسین اکیڈمی، کراچی ۱۹۸۱، ص۲۵

[14] Maududi, Abu A'ala, Syed, ***Economic of Islam***, Islamic Publication, Lahore 2006, P.56

[15] صدیقی، فائزہ احسان، پروفیسر، **اسلام کا نظام صرف دولت اور "انفاق"** ص۲۵۔۲۶

[16] اسحاق، محمد، حکیم، **اسلام کا نظریہ کسب وانفاق**، فاران پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۲، ص۹۵

[17] Hassanuz Zaman, S.M. **Economic Guidelines in the Quran**, IPS,Islamabad , P.16-17

[18] البقرہ۲:۲۶۵

[19] قادری، محمد طاہر، ڈاکٹر، **اقتصادیات اسلام (بنیادی تصورات)**، مہناج پبلی کیشنز، ماڈل ٹاؤن، لاہور، ص۴۶۳

[20] کیلانی، عبد الرحمن، مولانا، **تیسیر القرآن**، ج ا ص ۲۱۴

[21] غفاری، نور محمد، ڈاکٹر، **اسلام کا معاشی نظام**، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ص۳۳۹

[22] پروفیسر احسان الحق چیمہ، **فلسفہ زندگی۔ قرآن وسنت کی روشنی میں**، مکتبہ اسلامیات، اردو بازار، لاہور، ۲۰۰۰، ص۱۹۸

[23] القرضاوی، یوسف، ڈاکٹر، مترجم، شمس پیرزادہ **"فقہ الزکوۃ"**، ادارہ دعۃ القرآن، محمد علی روڈ بمبئی، جون ۱۹۸۰

---

24 ابن الحجر العسقلانی، **فتح الباری** فلا نہا طھرۃ للنفس من رزیلۃ البخل وتطہیر من الذنوب، ج۳، ص۲۶۲

25 خورشید احمد، پروفیسر، **اسلامی نظریہ حیات**، کراچی یونیورسٹی، ۲۰۰۲، ص۴۶۱

26 البخاری، ابوعبد اللہ محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح البخاری**، الناشر: داراحیا التراث العربی، لبنان، کتاب الزکوۃ، باب حقوق المال، ج۱

27 گیلانی، اسعد سید، **اسلام کا نظام عشر وزکوۃ**، مکتبہ تعمیر انسانیت، اردو بازار، لاہور، ص:۱۷

28 التوبہ ۱۰۳:۹

29 بستوی، عبد السلام، مولانا، **اسلامی خطبات**، ج:۱، ص:۴۸۰

30 محمد بن عبد اللہ، الخطیب العمری، مترجم: مولانا عابد الرحمن کاندھلوی، **المشکوۃ المصابیح**، کتاب الزکوۃ، ۱/ ۳۷۹

31 گیلانی، اسعد سید، **اسلام کا نظام عشر وزکوۃ**، مکتبہ تعمیر انسانیت، اردو بازار، لاہور ص:۶۹

32 محمد اسحاق، حکیم، **اسلام کا نظریہ کسب وانفاق**، ص۱۲۸

33 لاہوری، عمران ایوب، حافظ، **زکوۃ کی کتاب** (کتاب الزکوۃ)، ص۲۶۴

34 ابن الاثیر، **النہایۃ لابن الاثیر**، ج۲، ص۱۲۶

35 اصلاحی، امین احسن، مولانا، **تدبر قرآن**، ج۳، ص۱۸۰

36 البقرہ ۲۵۴:۲

37 علامہ عالم فقری، **ہمارا اخلاق**، ص:۲۴۰

38 کتاب الزکوۃ، ۱/ ۳۸۹ محمد بن عبد اللہ، الخطیب، العمری، مترجم: مولانا عابد الرحمن، کاندھلوی، **المشکوۃ المصابیح**،

39 ضیائی، مہناج الدین، **اسلامی فقہ**، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور 2003، ص673

40 حفظ الرحمن سیوہاروی، **اسلام کا اقتصادی نظام**، ص:۲۶۲

41 ڈاکٹر نور محمد غفاری، **اسلام کا نظام تکافل اجتماعی**، ص:۱۰۲

42 ڈاکٹر محمود الحسن، **اسلام کا قانون وقف**، مکتبہ دار اشاعت، کراچی، ص:۱۱

43 **زرقانی**، ج۱، ص۳۶۶، عیون الاثر ج۱، ص۳۱۵

44 ابن السعد۔ **الطبقات**، داراحیا التراث العربی، لبنان، ج۱، ص۱۲۳

45 قاضی ثناءاللہ، عثمانی، **تفسیر مظہری**، حیدر آباد، دکن، ج۲، ص۸۸

46 الدرقطنی، **السنن**، دار النشر الکتب الاسلامیہ، ج۴، ص۱۹۵، حلبی، ج۲، ص۲۷۲

47 **اردو دائرہ معارف اسلامیہ**، دانش گاہ پنجاب، لاہور، ۱۹۸۹ ج۲۲، ص۶۵۲

48 فضل الرحمن، سید، **معجم القرآن**، زوار اکیڈمی پبلیکیشنز، کارچی، ۱۹۸۴، ص۴۹۱،

[49] جبران مسعود، الرائد، ج۲، ص۱۶۱۱

[50] رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، **قاموس الفقہ**، زمزم پبلشرز، کراچی، ۲۰۰۷، ج۵، ص۲۷۳

[51] البخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح البخاری**، کتاب الوصایا، باب ان یترک ورثتہ اغنیا۳:۱۸۶ح۲۷۴۲

[52] النساء4:۱۲۸

[53] الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، **الجامع السنن الترمذی**، الناشر: دار التراث العربی، لبنان، باب ماجاء لا وصیۃ لوارث

[54] عبد اللہ بن محمود، **الاختیار لتعلیل المختار**، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ، مصطفی البابی الحلبی واولادہ بمصر، ۱۹۵۱، ج۵، ص۸۵

[55] عبد الغنی الغنیمی، **اللباب فی شرح الکتاب**، مکتبہ محمد علی صبیح بمصر، ۱۹۶۳، ج۴، ص۱۸۶

[56] Collier's Encyclopedia, ***Macmillan Educational company***, New York ,1950, V.13, P.26

[57] ڈار، عبد الحمید، پروفیسر، **اسلامی معاشیات**، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ص:۲۳۵

[58] مودودی، ابو الاعلیٰ، سید، مولانا، **تفہیم القرآن**، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور ۲۰۰۲، ج ا ص ۱۱۶

[59] البخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح البخاری**، الناشر: دار احیا التراث العربی، لبنان، کتاب الوصایا، ان یترک ورثتہ اغنیاء خیر من ان یتکففوا الناس

[60] الفجر ۸۹:۱۹۲۰

[61] النسا4:۳۶

[62] 2البقرہ ۲۱۵

[63] البقرہ2:۲۱۹

[64] الصحاح، ج۲، ص۱۱۰۲، القاموس المحیط، ص۸۴۰

[65] اصفہانی، راغب، امام، **المفردات القرآن (اردو)**، مترجم، فیروز پوری، محمد عبدہ، ج۲، ص۸۴۴

[66] کشاف القناع، ج۲، ص۲۹۸

[67] اصفہانی، راغب، امام، **المفردات القرآن (اردو)**، ج۲، ص۸۴۴

[68] رحمانی، سیف اللہ، خالد، مولانا، **قاموس الفقہ**، ج۴، ص۴۸۶

[69] مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی، **اسلام کا اقتصادی نظام**، ص:۳۶۷

[70] غفاری، محمد، نور، **اسلام کا نظام تکافل اجتماعی**، ص:۸۶

[71] الحدید57:۱۱

[72] البقرہ2:۲۸۰

[73] البقرہ۲:۲۴۵

[74] البقرہ۲:۲۸۰

[75] المائدہ۵:۲

[76] ماہنامہ "**عرفات**"،لاہور،اگست، ستمبر ۲۰۰۲

[77] الترمذی،ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ،**الجامع السنن الترمذی**،الناشر :داراحیاالتراث العربی، لبنان، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی الستر علی المسلم

[78] محمد بن عبداللہ، الخطیب العمری، مترجم: مولاناعابدالرحمن کاندھلوی، **المشکوۃ المصابیح**، کتاب الادب، باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق، ۲/۴۴۶

[79] عمر بن عبدالرحمن القزوینی، المحقق:عبدالقادر الارناووط، **شعب الایمان**، الناشر :دارابن کثیر، دمشق ۱۴۰۵ھ ج،۶، ص۱۲۳، رقم الحدیث:۷۶۷۸

[80] ابو بکر، جابر، الجزائری، **منھاج المسلم**، ص:۱۱۷

[81] ال عمران3:۱۱۰

[82] عمری، الدین، جلال، سید، مولانا، **معروف ومنکر**، ادارہ معارف اسلامی، کراچی، ۲۰۰۳، ص:۲۱

[83] محمد بن عبداللہ، الخطیب، العمری، مترجم: مولانا عابد الرحمن کاندھلوی، **المشکوۃ المصابیح**، کتاب الآداب، باب الامر بالمعروف، ۲/۴۷۸

[84] عمری، الدین، جلال، سید، مولانا، **معروف ومنکر**، ادارہ معارف اسلامی، کراچی، ۲۰۰۳، ص:۱۵۵